

1 عمومی جائزہ

جدول 1.1: منتخب معاشی اظہارِ پے				
م 14ء	م 13ء	م 12ء		
شرح نمو (فیصد)				
4.1	3.7	3.8	جولائی تا جون	حقیقی جی ڈی پی
2.1	2.9	3.6	جولائی تا جون	زراعت
5.8	1.4	2.5	جولائی تا جون	صنعت
5.3	4.1	1.1	جولائی تا جون	بس میں بڑے پیمانے پر ایشیا سازی
4.3	4.9	4.4	جولائی تا جون	خدمات
3.0	0.0	2.5	جولائی تا مارچ	برآمدات
3.3	-0.6	15.8	جولائی تا مارچ	درآمدات
17.9	4.9	25.1	جولائی تا مارچ	گیس حاصل (ایف بی آر)
8.6	8.0	10.8	جولائی تا مارچ	صارف اشاریہ قیمت (مدتی اوسط)
10.0	4.1	6.4	جولائی تا مارچ	مجموعی سیال ذخائر
5.9	9.0	8.2	جولائی تا مارچ	رسد زر (زر)
ارب ڈالر				
12.2	11.8	16.3	30 اپریل	مجموعی سیال ذخائر
12.9	11.0	10.9	جولائی تا اپریل	ترسیلات زر
3.0	1.3	0.6	جولائی تا اپریل	خالص بیرونی سرمایہ کاری
فیصد جی ڈی پی				
3.2	4.7	4.5	جولائی تا مارچ	مالیاتی خسارہ
5.0	5.0	5.3	جولائی تا اپریل	تجارتی خسارہ
0.9	0.5	1.4	جولائی تا اپریل	جاری کھاتے کا خسارہ

ماخذ: پاکستان دفتر شماریات، بینک دولت پاکستان، فیڈرل بورڈ آف ریونیو

مالی سال 14ء کی تیسری سہ ماہی کے دوران پاکستانی معیشت نے بظاہر نیا موڑ کاٹا ہے۔ کئی برسوں تک پست نمو کے بعد معیشت کے بارے میں احساسات بہتر معلوم ہوتے ہیں۔ اس کی عکاسی حقیقی جی ڈی پی نمو کی دوبارہ افزائش، نجی شعبے کو قرضے میں اضافے، مالیاتی خسارے پر قابو، گرانی کے امکانات میں کمی، زر مبادلہ کے ذخائر کے تیزی سے بڑھنے اور شرح مبادلہ کے بڑھنے اور بعد ازاں مستحکم ہونے سے ہوتی ہے۔

اگرچہ احساسات میں یہ تبدیلی ایک یکبارگی گرانٹ سے منسوب کی جاسکتی ہے تاہم (اس سے پہلے اور اس کے بعد) یکے بعد دیگرے کئی واقعات نے بظاہر اس مثبت تبدیلی کو مستحکم کیا ہے۔ مثال کے طور پر توانائی کی قلت سے نمٹنے کے لیے حکومت کا عدم کاروبار دوست پالیسیوں کا بڑھتا ہوا تاثر اور بیرونی رقوم کی آمد جو کئی برسوں سے متوقع تھی، حال ہی میں حقیقت کی صورت میں ڈھل گئے ہیں۔ خاص طور پر تھری جی رفور جی لائسنسوں کی نیلامی، یورو بانڈ کے

توسط سے توقع سے بڑھ کر آمد رقوم، بین الاقوامی مالی اداروں سے پروگرام قرضوں اور زر مبادلہ کو سہارا دینے کی اسٹیٹ بینک کی کوششوں نے ملک کے بیرونی شعبے کے تناظر کو بہت بہتر بنایا ہے، اور کسی قدر مالیاتی پوزیشن کو بھی۔

بہر حال بہتری کی ان علامات کی بنا پر معیشت کو درپیش مشکلات نظر انداز نہیں کی جانی چاہئیں اور بے حد ضروری ساختی اصلاحات کی کوششیں جاری رہنی چاہئیں۔ اس مثبت صورت حال سے وسط مدت میں پائیدار معاشی نمو کی جانب پیشرفت کے لیے مضبوط پلیٹ فارم مل گیا ہے۔

م 14ء میں اقتصادی سرگرمیوں کی بحالی اہم پیش رفت ہے۔ حقیقی جی ڈی پی نمو 4.1 فیصد ہے جو پچھلے پانچ برسوں کی بلند ترین شرح ہے۔ بہر حال یہ نمو وسیع البنیاد نہیں اور اسے بنیادی طور پر تعمیرات اور بڑے پیمانے پر ایشیا سازی (LSM) سے تحریک ملی ہے۔ بڑے پیمانے پر ایشیا سازی کی نمو زیادہ تر دو چیزوں (چینی اور کھاد) کی وجہ سے م 14ء کی پہلی ششماہی میں ہوئی اور دوسری ششماہی میں اس کے جاری رہنے کا امکان نہیں¹۔ جیسا کہ آئندہ ذکر آئے گا، یہ ناہموار نمو ساختی عدم توازن سے منسوب کی جاسکتی ہے جس سے نمٹنا ضروری ہے۔

بہر صورت، سال کی دوسری ششماہی میں کچھ اہم واقعات پیش آئے جن سے کاروباری اعتماد بہتر ہوا:

- ایک دوست ملک سے (فروری اور مارچ 2014ء) 1.5 ارب ڈالر گرانٹ کی وصولی سے پاکستانی روپے کی قیمت میں تیزی سے اضافہ ہوا اور بازار مبادلہ میں احساسات تبدیل ہو گئے (تفصیلات کے لیے دیکھئے پانچواں باب)²،
- یورو بانڈ اجراء کا ہدف 500 ملین ڈالر تھا لیکن حکومت 2 ارب ڈالر اکٹھا کرنے میں کامیاب رہی،³
- تھری جی رفریجی لائسنسوں کی نیلامی جس کا طویل عرصے سے انتظار تھا بالآخر انجام پائی جس سے 1.1 ارب ڈالر آئے،
- اتحادی سپورٹ فنڈ کے تحت پاکستان کو فروری 2014ء میں 355 ملین ڈالر اور مئی 2014ء میں 370 ملین ڈالر موصول ہوئے، اور
- پاکستان ای ایف ایف کے حوالے سے صحیح راستے پر گامزن رہا جس کے نتیجے میں ایشیائی ترقیاتی بینک اور عالمی بینک سے برسوں بعد پروگرام قرضوں کی بحالی ممکن ہوئی۔ ان قرضوں سے بجلی، تعلیم، سماجی خدمات اور مجموعی معاشی ترقی کے شعبوں میں اصلاحات کرنے میں مدد ملنی چاہیے۔

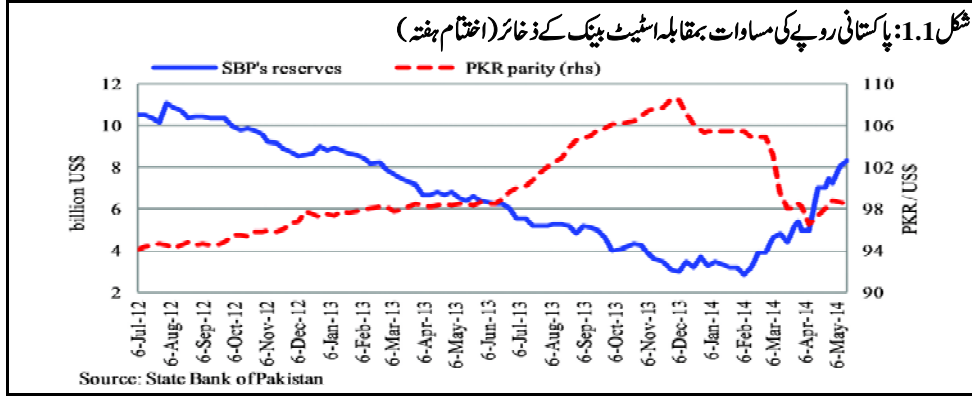
جیسا کہ شکل 1.1 میں دکھایا گیا ہے، ان رقوم کی آمد سے نہ صرف شرح مبادلہ مستحکم ہوئی بلکہ اسٹیٹ بینک کے زرمبادلہ کے ذخائر بھی تیزی سے بڑھ گئے۔ 30 مئی 2014ء کو اسٹیٹ بینک کے زرمبادلہ کے ذخائر 8.7 ارب ڈالر ہو گئے جبکہ آخر دسمبر 2013ء میں صرف 3.5 ارب ڈالر تھے۔ پاکستانی روپے کی قدر بڑھنے سے کاروباری احساسات بہتر ہوئے۔ بعد ازاں اس میں استحکام آنے سے گرانی کی توقعات قابو میں آگئیں اور ملک کے زرمبادلہ کے ذخائر میں بھرپور اضافے نے ملکی اور بیرونی سرمایہ کاروں کو کچھ سہارا فراہم کیا ہے۔ جیسا کہ آگے بحث ہوگی، ان واقعات نے منڈی میں شرح سود کا تناظر بھی بدلا ہے۔

حکومت کے پاس بیرونی وسائل کی دستیابی کے حوالے سے بدلے ہوئے حقائق نے کمرشل بینکوں کی توجہ نجی شعبے پر قوم استعمال کرنے پر پھر موز کر دی ہے۔ بینکوں کے نقطہ نگاہ سے یہ تبدیلی تکلیف دہ معلوم ہوتی ہے لیکن یہ سمجھنا چاہیے کہ اس طرح وہ اپنی بنیادی ذمہ داری پر توجہ مرکوز کرنے پر مجبور ہوں گے یعنی نجی شعبے کو مالی وساطت کی فراہمی۔

1 چینی اور کھاد کی پیداوار اپنی موسمی نوعیت کی بنا پر سال کی پہلی ششماہی میں مرکز رہی اس لیے بڑے پیمانے پر ایشیا سازی پر ان کا اثر م 14ء کی دوسری ششماہی میں زائل ہو گیا۔ دوسری ششماہی میں بڑے پیمانے پر ایشیا سازی کو متاثر کرنے والے دیگر عوامل میں یہ شامل تھے: بجلی کے نرخوں میں اضافہ، گیس انفراسٹرکچر ڈیولپمنٹ سبس لگا جانا اور پاکستانی روپے کی قیمت میں تیزی سے اتار چڑھاؤ۔

2 یہ گرانٹ توازن ادائیگی کے سرمایہ کھاتے میں درج کی گئی اور اس کا روپے والا جز (157 ارب روپے) اسٹیٹ بینک میں حکومت کے خصوصی کھاتے میں پاکستان ڈیولپمنٹ فنڈ کے نام سے ڈالا گیا۔

3 یورو بانڈز کی بہت زیادہ اور دوسرے پیش ہوئی اور مجموعی بولیاں 7 ارب ڈالر تھیں (دیکھئے وزارت خزانہ کی پریس ریلیز، پی آر نمبر 3، 620، مئی 2014ء)۔



حقیقی معاشی نمو

پانچ برسوں تک سست معاشی سرگرمی کے بعد مئی 14ء کے دوران معیشت میں 4.1 فیصد حقیقی جی ڈی پی نمو ہوئی۔⁴ یہ تیزی صنعتی شعبے کی وجہ سے آئی جو مئی 14ء میں 5.8 فیصد بڑھ گیا جبکہ مئی 08ء سے اب تک صرف 1.3 فیصد اوسط نمو ہوئی تھی۔ صنعتی نمو مئی 14ء کے سالانہ منصوبے میں مقررہ 4.8 فیصد کے ہدف سے بھی زیادہ تھی۔ تاہم خدمات اور زراعت کے شعبے جن میں بالترتیب 4.3 فیصد اور 2.1 فیصد نمو ہوئی اپنا نمو کا ہدف پورا نہ کر سکے۔

زراعت پر چھوٹی فصلوں (بشمول چارہ) اور گلہ بانی کی ناقص کارکردگی کا منفی اثر ہوا۔ تاہم پانچ بڑی فصلوں (چاول، کپاس، گنا، گندم اور مکئی) نے مجموعی طور پر 3.7 فیصد نمو درج کی جو پچھلے سال کی 1.2 فیصد نمو سے خاصی زیادہ ہے۔ چاول، گنے اور گندم کے زبردست فصلوں نے کپاس کی پیداوار میں کمی کی تلافی کر دی۔⁵

شعبہ خدمات، جس کا انحصار زیادہ تر اجناس پیدا کرنے والے شعبوں پر ہوتا ہے، مئی 14ء میں تیزی نہ پکڑ سکا۔ اگرچہ تھوک اور خوردہ تجارت اور نقل و حمل، ذخیرہ کاری اور مواصلات نے خدمات کی نمو کو تقویت دی تاہم مالیات و بیمہ اور عمومی حکومتی خدمات کی سست رفتاری نے اس شعبے کی کارکردگی کو کمزور رکھا۔ مالیات و بیمہ کی قدر اضافی کی پست نمو کو زور 2 کی توقع سے کم نمو سے منسلک کیا جاسکتا ہے جبکہ عمومی حکومتی خدمات کی سست رفتاری کا تعلق حکومت کی جانب سے مالیاتی کفایت شعاری سے ہے۔

مئی 14ء کے قومی آمدنی کھاتوں⁶ کو دیکھا جائے تو نجی صرف، جو 5.9 فیصد بڑھی، مئی 14ء میں معاشی نمو کا محرک تھی۔ یہ مئی 13ء کے دگنے سے بھی زیادہ تھی۔ تاہم حقیقی سرمایہ کاری سال کے دوران صرف ایک فیصد بڑھی جس کا نتیجہ یہ ہے کہ سرمایہ و جی ڈی پی کا تناسب مسلسل کم ہو رہا ہے (مئی 14ء

⁴ گذشتہ پانچ برسوں میں اوسط حقیقی جی ڈی پی نمو 2.8 فیصد تھی جو پچھلے 60 برسوں کا پست ترین پیمائش اوسط تھی۔

⁵ اہم فصلوں کی قدر اضافی کا یہ نتیجہ دوسری سہ ماہی رپورٹ برائے مالی سال 14ء میں دیے گئے ہمارے پچھلے تجزیے کے خلاف تھا۔ وہ تجزیہ اس وقت دستیاب جزوی معلومات پر مبنی تھا۔

⁶ یہ سمجھنا چاہیے کہ قومی آمدنی حسابات کمیٹی کے جاری کردہ حالیہ سالانہ اعداد و شمار 9 ماہ کی شماریات پر مبنی ہیں۔ مئی 14ء کے لیے حقیقی شعبے کے اعداد و شمار مئی 15ء کے دوران جاری کیے جائیں گے۔

میں یہ 12.4 فیصد ہے جبکہ گذشتہ سال 13 فیصد تھا۔ ہمارے خیال میں پاکستان کی شرح سرمایہ کاری میں اضافہ صرف اسی طرح ہو سکتا ہے کہ ملک میں امن و سلامتی کے معاملے سے نمٹا جائے، توانائی کی قلت ختم کی جائے اور کاروباری احساسات کو بہتر بنایا جائے۔ احساسات کے علاوہ حکومت اپنی میعاد کے ابتدائی مرحلے میں گردش قرضے کے مسئلے سے جزو انہمی ہے اور نئے بجلی گھر قائم کرنے کے بڑے منصوبوں کا اعلان کیا ہے۔ تاہم ہم سمجھتے ہیں کہ چوری اور بلوں کی عدم ادائیگی کی وجہ سے نقصانات کم کرنے اور وینکو ز اور ڈسکوز کی تشکیل نو کے لیے مزید اقدامات درکار ہیں۔

گرانی اور زری پالیسی

جولائی تا مارچ 2014ء کے دوران اوسط گرانی 8.6 فیصد تھی جو گذشتہ برس کی اسی مدت میں حاصل ہونے والی 8 فیصد گرانی سے زیادہ تھی۔ حوصلہ افزا امر یہ ہے کہ نومبر (جب یہ 10.9 فیصد کی بلند ترین سطح پر پہنچ گئی تھی) کے بعد سال بسال گرانی کم ہونا شروع ہوئی اور مالی سال کے خاتمے پر اس کے 8 سے 9 فیصد کے درمیان رہنے کا امکان ہے۔ یہ زیادہ معلوم ہوتی ہے لیکن یہ سمجھنا چاہیے کہ بڑھتی ہوئی قیمتوں کو کم سے 14ء کے ابتدائی حصے میں، جب سرکاری قیمتیں بڑھانی گئیں، زربائے اعانت کی کمی سے جوڑا جاسکتا ہے۔ غذائی قیمتوں کی موسمی اور رسد سے جڑی تغیر پذیر کی کو نظر انداز کر دیا جائے تو پاکستانی روپے کا استحکام، تیل کی مستحکم بین الاقوامی قیمتیں اور اجناس کی معتدل عالمی قیمتیں آئندہ سال گرانی کی توقعات کو قابو میں رکھیں گی۔

ستمبر 2013ء سے زری پالیسی سخت رہی ہے (ستمبر اور نومبر میں پالیسی ریٹ میں 50:50 پیس پیس پوائنٹس کے مسلسل دو اضافے ہوئے)، جس سے گرانی کو روکنے میں مدد ملی۔ کلیدی معاشی متغیرات خصوصاً بیرونی شعبے کی پائیداری میں حالیہ بہتری کے پیش نظر اسٹیٹ بینک کا پالیسی ریٹ تب سے تبدیل نہیں کیا گیا۔

جولائی تا مارچ 2014ء کے دوران مجموعی زری توسیع صرف 5.9 فیصد تھی جبکہ گذشتہ سال اسی مدت میں 9 فیصد رہی تھی۔ یہ بات حوصلہ افزا ہے کہ یہ سست رفتاری بنیادی طور پر حکومتی قرض گیری میں کمی کی وجہ سے آئی جبکہ نجی شعبے کو قرضے میں اس مدت کے دوران 10 فیصد کی بھرپور نمودارج کی گئی۔ قرضے میں یہ اضافہ اس اعتبار سے وسیع البیاد تھا کہ اس سے بیرونی تجارتی سرگرمیوں، جاری سرمائے، معینہ سرمایہ کاری اور صارفین کا کاروبار کو فائدہ ہوا۔

جولائی تا مارچ 2014ء کے دوران بینکاری نظام سے حکومتی قرض گیری (نقد بنیاد پر) خاصی کم ہو کر 436.9 ارب روپے پر آگئی جبکہ گذشتہ سال اسی عرصے میں 856.7 ارب روپے تھے۔ اس کمی میں ایک دوست ملک کی گرانٹ نے کردار ادا کیا جس سے حکومت کو اسٹیٹ بینک سے اپنے قرض کو آئی ایم ایف کی حدود کے اندر رکھنے میں مدد ملی۔⁷

سال کی پہلی سہ ماہی کے دوران حکومت نے اسٹیٹ بینک سے قرضے پر بہت انحصار کیا کیونکہ کمرشل بینک شرح سود میں اضافے کی توقع کر رہے تھے اور اس لیے حکومتی تمسکات خریدنے میں دلچسپی نہیں لے رہے تھے۔ نومبر 2013ء میں پالیسی ریٹ بڑھنے کے بعد حکومت کمرشل بینکوں سے خاصی رقم قرض لینے میں کامیاب رہی۔ حقیقت یہ ہے کہ مئی 14ء کی تیسری سہ ماہی کے دوران حکومت نے پی آئی بی کے لیے اپنے پہلے سے

⁷ حکومت نے اپنا آخری مارچ 2014ء کا ہدف کامیابی سے پورا کیا تاہم اسٹیٹ بینک کے خالص ملکی اثاثوں کا ہدف تھوڑے سے فرق سے رہ گیا۔

جدول 1.2: نیلامیوں کے ذریعے حکومتی قرض گیری بمقابلہ اسٹیٹ بینک کو واپسی (م 14ء)			
ارب روپے			
اسٹیٹ بینک کو واپسی (-)	پی آئی بی نیلامیاں	ٹی ایل نیلامی	
-309.6		305.7	19 ستمبر
-403.3		395	28 نومبر
-146.9		146.9	23 جنوری
-195.5	199.2		30 جنوری
-248.8	245.0		27 فروری
-540.2	533.3		27 مارچ
-427.6	429.1		24 اپریل
-267.1		299.5	2 مئی
	248.2		22 مئی
-287.6			23 مئی
ماخذ: بینک دولت پاکستان			

اعلان شدہ اہداف سے زیادہ قرض لیا اور ان رقوم کو اسٹیٹ بینک کا قرض فوری طور پر واپس کرنے کے لیے استعمال کیا (جدول 1.2)۔

بالیوں کے انداز کے حوالے سے کمرشل بینکوں کے برتاؤ میں اس تبدیلی کا سبب دسمبر کی سال بسال گرانی کے اعداد و شمار ہیں جن کا اعلان اوائل جنوری 2014ء میں کیا گیا۔ 9.2 فیصد کی شرح (جبکہ نومبر میں 10.9 فیصد سال بسال گرانی تھی) پر مارکیٹ نے محسوس کیا کہ مزید زری سختی کا امکان نہیں معلوم ہوتا۔ جب جنوری کی سال بسال گرانی 7.9 فیصد کی شرح پر دیکھی گئی تو یہ نقطہ نظر چھا گیا اور اوائل فروری تک بینکوں نے نہ صرف طویل تر میعاد کے ٹی بلز

میں سرمایہ کاری شروع کر دی بلکہ بعد میں ہونے والی پی آئی بی نیلامیوں میں بھی بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔ تیسری سہ ماہی میں پی آئی بی کا ہدف 180 ارب روپے تھا جبکہ کمرشل بینکوں نے اس سہ ماہی میں 1030 ارب روپے کی پیشکش کی۔ اس سے عیاں ہے کہ بینک قلیل اور وسط مدت میں اسٹیٹ بینک سے شرح سود کم رکھنے کی توقع کر رہے تھے۔

بڑھ چڑھ کر بالیوں میں شرکت کے اس رویے نے بازار زر میں سیالیت کی ضرورت پیدا کر دی۔ کمرشل بینک جو (نومبر 2013ء کے پالیسی فیصلے سے) پہلے اسٹیٹ بینک میں رقوم رکھ رہے تھے سیالیت کے لیے یا تو بازار زر کے سودوں پر انحصار کرنے لگے یا پھر اسٹیٹ بینک کی ڈس کاؤنٹ ونڈو سے رجوع کرنے پر مجبور ہو گئے۔ بازار زر کے شدید زرخ کئی مواقع پر پالیسی ریٹ سے تجاوز کر گئے کیونکہ اسٹیٹ بینک نے بازار زر کے سودوں کے ذریعے داخل کی جانے والی سیالیت کو محدود کرنے کی کوشش کی۔ دلچسپ بات یہ ہے کہ پیشتر مواقع پر بازار زر کے سودوں کی قطع شرح بھی پالیسی ریٹ سے زیادہ تھی۔

مارکیٹ میں شرح سود میں کمی کی توقعات کے باوجود مرکزی بینک نے م 14ء کی دوسری ششماہی کے دوران پالیسی ریٹ کو تبدیل نہیں کیا کیونکہ بیرونی شعبے میں اچانک پیدا ہونے والے حالات کی بغور نگرانی کی ضرورت تھی۔ مزید برآں، اپریل میں گرانی کے بلند اعداد و شمار سے احتیاط سے نمٹنا ضروری تھا۔

مالیاتی کارروائیاں

زری شعبے کے لیے مضمرات کے علاوہ ایک دوست ملک کی گرانٹ کا حکومت کی مالیاتی پوزیشن پر بھی مفید اثر مرتب ہوا۔ اس کے روپے والے

حصے نے اعانت میزانیہ کے لیے حکومتی قرض گیری کم کردی جس سے جولائی تا مارچ م س 14ء کے دوران مالیاتی خسارہ گھٹ گیا۔⁸ وزارت خزانہ کے جاری کردہ اعداد و شمار کے مطابق م س 14ء کے پہلے نو ماہ کے دوران مالیاتی خسارہ جی ڈی پی کا صرف 3.2 فیصد تھا جو گذشتہ پانچ برسوں میں درج کردہ 4.6 فیصد کے اوسط فرق سے خاصا کم ہے۔ اگر ہم گرانٹ کو منہا کر دیں تب بھی بجٹ خسارہ جی ڈی پی کا صرف 3.8 فیصد ہے جو ماضی کے رجحان سے کم ہے۔⁹ بہر حال پورے سال کے لیے مثبت نتیجہ اس بات سے مشروط ہوگا کہ آیا حکومت گروٹی قرضہ ادا کرتی ہے جو وہ گذشتہ تین سال سے مسلسل کرتی رہی ہے۔

اگرچہ مالیاتی استحکام کی کوششیں اخراجات کے حوالے سے دیکھی جاسکتی ہیں (مثلاً سودی ادائیگیاں، دفاعی اخراجات، پنشن وغیرہ سب میں جولائی تا مارچ م س 14ء کے دوران گذشتہ برس کی اسی مدت کی نسبت پست نمودار ہے) تاہم ٹیکس کی وصولی کی کارکردگی اب بھی قابل رشک نہیں۔ ایف بی آر نے اس مدت میں 1575 ارب روپے اکٹھا کیا جبکہ پورے سال کا ہدف 2275 ارب روپے تھا۔¹⁰

ایف بی آر پست ٹیکس بنیاد پر کام کر رہا ہے۔ اپنا ہدف پورا کرنے کے لیے ایف بی آر نے ٹیکس بنیاد میں اضافہ کرنے کے بجائے زیادہ تر ٹیکس شرحیں (سیلز اور انکم ٹیکس شرحیں) بڑھانے پر اکتفا کیا ہے۔ ٹیکس بنیاد میں توسیع کے علاوہ وصولی میں رساؤ کو روکنے اور تمام مالی سودوں کی دستاویزیت کے سلسلے میں بھی ابھی تک اقدامات نہیں کیے گئے۔ تاہم حکومت نے آئندہ تین برسوں کے دوران 500 ارب روپے کی ٹیکس مستثنیات میں کمی کرنے کا عزم ظاہر کیا ہے۔ اگرچہ حکومت نے (پست تر زراعات اور پی ایس ڈی پی اخراجات کے ذریعے) اخراجات پر قابو پایا ہے اور کفایت شعاری کے سلسلے میں پُر عزم معلوم ہوتی ہے تاہم ماقصد مالیاتی استحکام کا حصول ممکن نہیں جب تک ٹیکس جی ڈی پی کا تناسب نہ بڑھا یا جائے جو بے حد کم ہے (اس وقت مجموعی وفاقی وصولی ٹیکسوں اور جی ڈی پی کا تناسب 10 فیصد سے بھی نیچے ہے)۔¹¹

اس سلسلے میں وسائل پیدا کرنے کے حوالے سے صوبائی حکومتوں کے پاس خاصی گنجائش ہے کیونکہ وہ خدمات اور زرعی آمدنی پر ٹیکس لگانے کا آئینی حق رکھتی ہیں۔ اگرچہ صوبوں نے خدمات پر جی ایس ٹی عائد کیا ہے تاہم انہیں زرعی آمدنی پر ٹیکس اکٹھا کرنے کے لیے کوششیں تیز کرنے کی ضرورت ہے۔ اس ٹیکس کے مؤثر نفاذ سے وسیع پیمانے پر ہونے والا رساؤ رک جائے گا جو اس وقت قومی سطح پر ہورہا ہے۔

جہاں تک مالکاری کا تعلق ہے، بینکاری نظام سے حکومتی قرض گیری میں کمی کا پہلے ہی ذکر کیا جا چکا ہے۔ اس بات سے اس رجحان کو تقویت ملتی ہے کہ غیر بینک ذرائع سے وسائل کی پیداوار کا سلسلہ تیزی سے بڑھا اور جولائی تا مارچ م س 13ء میں 193.7 ارب روپے سے اس سال کی اسی

8 157 ارب روپے کی گرانٹ ایک کھاتے پاکستان ڈولپمنٹ فنڈ میں رکھی گئی ہے اور اسے جولائی تا مارچ م س 14ء کے مالیاتی اعداد و شمار میں مالیاتی اخراجات کے طور پر دکھایا گیا۔ اسے نکال دیا جائے تو مالیاتی اخراجات 14 ارب روپے ہوتا جس سے 969 ارب روپے کا خسارہ بنتا یعنی جی ڈی پی کا تقریباً 3.8 فیصد جو پچھلے سال کے خسارے سے کم ہے جو جی ڈی پی کا 4.6 فیصد تھا۔

9 جولائی تا مارچ م س 14ء میں بجٹ خسارہ 811.7 ارب روپے رہا جبکہ پچھلے سال کی اسی مدت میں 1046.2 ارب روپے تھا۔

10 ایف بی آر نے اپنا ٹیکس وصولی کا ہدف اصل ہدف سے دو مرتبہ کم کیا، اصل ہدف 12475 ارب روپے تھا جسے گھٹا کر 2345 ارب روپے کیا گیا اور نتیجتاً حال میں 2275 ارب روپے کیا گیا۔

11 اخراجات پر قابو پانے کے لیے بعض اقدامات تجویز کیے گئے ہیں جیسے: بجلی کے نرخ بڑھا کر شعبہ بجلی کی زراعات کم کرنا، قومی بجلی پالیسی لائن کے نقصانات سے نمٹنے کی بجلی کی پیداوار بڑھانے کی اور ٹیکو ز اور ڈسکو کی تشکیل نو کرے گی، ہرکاری شعبے کے اداروں (مثلاً اوی ڈی سی ایل، پی پی ایل اور یو بی ایل) کی بجکاری اور پی آئی اے، پاکستان اسٹیل اور پاکستان ریلوے کی تشکیل نو کی جائے گی۔

مدت میں 424.8 ارب روپے تک پہنچ گیا۔ اس اضافے کا سبب غیر بینک اداروں کی پی آئی بی تحویل میں اضافہ اور اکتوبر 2013ء اور جنوری 2014ء میں قومی بچت اسکیموں کی شرحوں کا بڑھنا ہے۔

اگرچہ جولائی تا مارچ م س 14ء میں بجٹ خسارے کی بیرونی ماکاری منفی تھی تاہم یورپا بانڈ کے اجراء، بین الاقوامی مالی اداروں سے نئے قرضوں اور دو طرفہ امداد کی وجہ سے م س 14ء کی چوتھی سہ ماہی کے دوران بڑھ گئی۔ وسائل کی قلت سے دوچار معیشت کے لیے بیرونی رقوم کی آمد کی بحالی اہمیت رکھتی ہے لیکن اس سے پاکستان کی بیرونی مقروضیت میں اضافہ ہوگا۔ یہاں یہ ذکر کرنا ضروری ہے کہ مجموعی سرکاری قرضہ (بیرونی اور ملکی) جی ڈی پی کے 60 فیصد سے پہلے ہی تجاوز کر چکا ہے، جو مالیاتی ذمہ داری و متحدہ قرضہ ایکٹ (2005ء) کی م س 13ء اور اس سے آگے کے لیے مقرر کردہ حد ہے۔ چنانچہ بیرونی قرضے میں اضافے کے ساتھ کم از کم ملکی واجب الادا قرضے میں اتنی ہی کمی کی جانی چاہیے۔

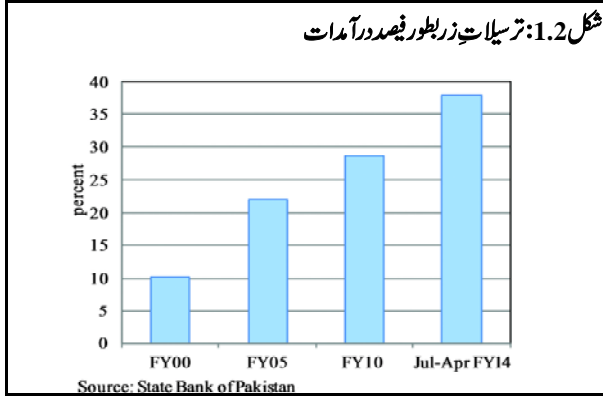
ادائیگیوں کا توازن

بیرونی رقوم کی آمد شروع ہونے سے پہلے پاکستان کے بیرونی کھاتے پر آئی ایم ایف کو قرض کی واپسی اور تیل کی ادائیگیوں کی وجہ سے دباؤ تھا۔ جولائی تا نومبر 2013ء میں ملک کے زرمبادلہ کے ذخائر 2.8 ارب ڈالر کم ہو گئے اور پاکستانی روپے کی قیمت میں 8.2 فیصد کمی ہوئی۔ تاہم جب آئی ایم ایف کو بھاری ادائیگیاں کم ہوئیں اور پاکستان کو ایف ایف کے سلسلے میں 544 ملین ڈالر کی دوسری قسط موصول ہوئی تو دسمبر 2013ء میں دباؤ کم ہونے لگا۔ م س 14ء کی تیسری سہ ماہی میں یہ بحالی تیز ہوئی اور ترسیلات زر کی بھرپور نمو اور اتحادی سپورٹ فنڈ کی رقم کی آمد کی بنا پر جاری کھاتے کا خسارہ کم ہو گیا۔ ایک دوست ملک سے 1.5 ارب ڈالر کی گرانٹ اور آئی ایم ایف سے ملنے والی نئی رقوم نے ایس بی اے کی واپسی کی تلافی کر دی۔ نتیجے کے طور پر ملک کے زرمبادلہ کے ذخائر اس سہ ماہی کے دوران 1.8 ارب ڈالر بڑھ گئے اور ڈالر کے مقابلے میں پاکستانی روپے کی قیمت 6.9 فیصد بڑھ گئی۔

مارچ 2014ء کے بعد بیرونی شعبے کی کارکردگی مزید بہتر ہوئی جب پاکستان سات سال بعد عالمی بازار سرمایہ میں دوبارہ داخل ہوا اور یورپا بانڈ کے اجراء کے ذریعے باسانی 2 ارب ڈالر اکٹھا کر لیے۔¹² مزید یہ کہ ایشیائی ترقیاتی بینک نے اپریل میں 40 کروڑ ڈالر دیے اور آئی ڈی اے نے مئی 2014ء میں ایک ایک ارب ڈالر کی دو ایک قسط والے قرضے فراہم کیے۔ پاکستان نے مئی 2014ء میں عالمی بینک گروپ کے ساتھ کنٹری پارٹنرشپ اسٹریٹیجی پر بھی دستخط کیے جس کے تحت پانچ سال (م س 15ء تا 19ء) کے دوران 11 ارب ڈالر مہیا کیے جائیں گے۔ مزید یہ کہ اپریل 2014ء میں تھری جی رفرورجی لائسنسوں کی نیلامی (1.1 ارب ڈالر کے عوض لیکن کچھ حصہ پاکستانی روپے میں) نے بھی ملک کے توازن ادائیگی کی آئندہ صورت حال کو بہتر بنایا۔

حالیہ بیرونی رقوم کی آمد کی مستقبل میں ادائیگی کے حوالے سے تشویش ہے کیونکہ بیرونی واپسی قرض اور زرمبادلہ (برآمدات اور ترسیلات زر) کا تناسب 9/11 سے مسلسل بڑھ رہا ہے (دیکھئے چوتھا باب)۔ اس وجہ سے پاکستان کے لیے اور بھی ضروری ہے کہ اپنا جاری کھاتے کا خسارہ کم

12 اس بارے میں تشویش پائی جاتی ہے کہ حکومت اس رقم کے لیے بہت زیادہ ادائیگی کر رہی ہے لیکن پاکستان کی قرض درجہ بندی تحت سرمایہ کاری (sub-investment) ہے اور بین الاقوامی تاثر اچھا نہیں اس لیے قرض گیری کی بلند قیمت کی توقع ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ موجودہ حالات میں حکومت نے بین الاقوامی منڈی سے بیرونی ماکاری اکٹھا کرنے کی بہت کوشش کی۔



کرے تاکہ مستقبل کی واپسی قرض ملک کے زر مبادلہ کے ذخائر پر بوجھ نہ بنے۔ اس حوالے سے آنے والی ترسیلات زر سے مدد مل سکتی ہے۔

آنے والی ترسیلات زر 9/11 کے بعد سے تیزی سے بڑھ رہی ہے۔ پاکستان اضافی لیبر رکھنے والا ملک ہے اس لیے افرادی قوت کو پاکستان کی اہم برآمد سمجھنا چاہیے۔ چونکہ کسی ملک کے بیرونی شعبے کی پائیداری کا انحصار اس امر پر ہوتا ہے کہ اس کی

برآمدات، درآمدات کو پورا کر سکتی ہیں یا نہیں، اس لیے زر مبادلہ آمدنی کا تخمینہ لگانے کے لیے ترسیلات زر کو موجودہ برآمدی آمدنی میں شمار کرنا چاہیے۔ شکل 1.2 میں دکھا یا گیا ہے کہ ملک کے بڑھتے ہوئے درآمدی بل کے باوجود مجموعی درآمدات کو پورا کرنے میں ترسیلات زر کا حصہ بڑھ رہا ہے۔ بیرونی شعبے کے لیے اطمینان کے اس کلیدی ذریعے کو جتنی بھی اہمیت دی جائے کم ہے: م س 00ء میں ترسیلات زر سے مجموعی درآمدات کے صرف 10 فیصد کی مالکاری ہو سکی اور اب ترسیلات زر تقریباً 38 فیصد درآمدات کو پورا کر رہی ہیں۔ چونکہ ترسیلات زر کے لیے غیر رسمی راستے ابھی تک موجود ہیں اس لیے توقع ہے کہ (مجموعی درآمدات میں) ترسیلات زر کا حصہ بڑھے گا کیونکہ عالمی مالی انفراسٹرکچر میں مختلف ممالک کے درمیان رقوم کی منتقلی کے غیر رسمی نیٹ ورکس کی کڑی چھان بین کی جارہی ہے۔

مستقبل کے امکانات

کاروباری احساسات میں بہتری کا اعتراف کرنا ہو گا تاہم ساختی مسائل پر توجہ دینی ہوگی جو پاکستانی معیشت کو مسلسل نقصان پہنچا رہے ہیں۔ اس سلسلے میں شعبہ بجلی میں بعض مثبت اقدامات کیے گئے ہیں اور ہمیں امید ہے کہ یہ تحریک مالیاتی شعبے تک پہنچے گی خصوصاً ٹیکس محاصل بڑھانے کے حوالے سے۔

شعبہ بجلی میں زیاں کو روکنے اور معاشی طور پر فعال (متحرک) شعبوں کو وفاقی و صوبائی ٹیکسوں میں اپنا حصہ ڈالنے پر مجبور کرنے کی ضرورت کے علاوہ حکومت کو شمولیتی نمو پر بھی توجہ دینی چاہیے جو اس بہتری کو زیادہ پائیدار بنا سکتی ہے۔ ہمارے خیال میں پالیسی سازوں کو ایک صنعتی پالیسی تشکیل دینی چاہیے جس میں پیداواری کارگزاری اور روزگاری تخلیق کو ترجیح دی جائے۔ اس اقدام میں مندرجہ ذیل پہلوؤں پر زور ہونا چاہیے: مسابقت کو ترویج دینے کی کوششیں، نہ کہ ایسا کلچر جو نا کارگزاری پیدا کرے اور اس پر نوازے، گھائے میں جانے والی پی ایس ایز (خصوصاً بجلی اور نقل و حمل کے شعبوں میں) کی تشکیل نو تاکہ وہ زیادہ متحرک اور منافع بخش بن جائیں اور ایک ہنرمند افرادی قوت جو ایشیا سازی کے شعبے کی موجودہ (اور ممکنہ) ضروریات پوری کرے۔

حکومت نے نجی شعبے کی دور رس شراکت کے لیے سرکاری شعبے کے کئی اداروں کی فہرست تشکیل دی ہے (بشمول پی آئی اے اور پاکستان اسٹیل)

تاہم یہ عمل تیزی سے ہونا چاہیے تاکہ گھائے میں جانے والے ان اداروں سے مزید مالیاتی ضیاع نہ ہو۔ اسی طرح پاکستان ریلوے، جینکو اور ڈسکو کی تشکیل نو کے منصوبے کو مزید مستحکم کرنے کی ضرورت ہے تاکہ یہ ادارے پاکستانی معیشت میں مثبت کردار ادا کر سکیں۔

مزید برآں، اس حقیقت سے مفر نہیں کہ پاکستان کے پاس ٹیکس جی ڈی پی تناسب بڑھانے کے سوا کوئی راستہ نہیں۔ یہ عمل کتنا ہی مشکل ہو، ٹیکس مستثنیات ختم کرنے، ٹیکس وصولی کی مشینری میں بدعنوانی اور رساؤ کے خلاف سخت کارروائی کرنے، معیشت کو تمام پیداواری شعبوں کو شامل کر کے ٹیکس بنیاد بڑھانے اور صوبائی ٹیکس حکام کی خود مختاری و پیشہ ورانہ استعداد میں اضافہ کرنے کی ہنگامی ضرورت ہے۔

اب تک یہ معلوم ہوتا ہے کہ دباؤ سے دوچار معیشت کو چلاتے رہنے کا کام پالیسی کی سوچ اور تشکیل پر حاوی رہا ہے۔ حالیہ مثبت حالات اور احساسات میں بہتری سے مستقبل کی نمو کے لیے مضبوط بنیاد فراہم ہو گئی ہے۔ چنانچہ پالیسی سازوں کو شمولیتی نمو کی سمت سفر جاری رکھنا چاہیے اور ساتھ ہی وسیع تر اور زیادہ مساویانہ ٹیکس بنیاد وجود میں لانے کے لیے سخت اقدامات کر سکتے ہیں، شعبہ توانائی کو درست کر سکتے ہیں، ایسا ماحول پیدا کر سکتے ہیں جس میں بیروزگاروں کی بڑھتی ہوئی تعداد کھپ جائے اور پاکستان کو بین الاقوامی منڈیوں میں زیادہ مسابقتی انداز میں پیش کر سکتے ہیں۔